مخطوطات کتب خانۂ دار العلوم دیوبند

از جناب سید محبوب صاحب رضوی کیٹلاگر کتب خانہ دار العلوم دیوبند

(۵)

متفرق کتب

۷۲۔ **قاموس**۔ تصنیف علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب الفیروزآبادی قدیم التحریر مخطوطہ ہے۔ سنہ کتابت تحریر نہیں ہے، خط بے انتہا باریک، پاکیزہ اور فن خطاطی کا اعلیٰ ترین شاہکار ہے، اس مخطوطہ کے خط کی باریکی پختگی اور یکسانیت کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، لوح کے پہلے اور دوسرے ورق کو مطلاّ و مذہب بنایا گیا ہے۔ پوری کتاب پر زریں جدولیں ہیں، کاغذ کی ساخت بھی اعلیٰ درجہ کی ہے، نہایت باریک، صاف، یکساں اور سبک ہے، تقطیع ۹ × ۱۱ انچ اور خوص ۳½ × ۷ انچ ہے، فی صفحہ ۳۱ سطور ہیں۔

۷۳۔ **حاشیہ ابو القاسم سمرقندی بر مطول**۔ مکتوبہ سنہ ۱۰۸۸ھ۔ مطول کا یہ حاشیہ کمیاب اور نادر ہے۔ خط عمدہ نستعلیق ہے سطور کی تعداد فی صفحہ ۱۹ اور تقطیع ۵ × ۹ انچ ہے۔

۷۴۔ **شرح قصیدہ بانت سعاد** تصنیف ملا علی القاری۔ ملا علی القاری کی شرح قصیدہ بانت سعاد بہت نایاب اور نادر الوجود ہے، تقطیع چھوٹی ہے۔ اسی مجلد میں قصیدہ مذکور کی ایک دوسری شرح محمود حافظی کی بھی شامل ہے، یہ شرح بھی عربی میں ہے، اس شرح کا سن کتابت سنہ ۱۲۱۱ھ ہے اس مجلد میں ایک تیسری شرح صدر الدین بنیانی کی بھی شامل ہے، یہ شرح فارسی میں ہے۔ آخر میں اسی جلد میں ایک چوتھی شرح قصیدہ لامیہ کی مجلد ہے، اس کا شارح علی حزیں ہے، یہ شرح بھی فارسی میں ہے اور سنہ ۱۲۲۴ھ کی لکھی ہوئی ہے۔ خط سب کا نستعلیق ہے،

۷۵۔ **قصیدہ لامیۃ المعجزات**۔ تصنیف مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دیوبندی عثمانیؒ۔ یہ مخطوطہ خود مصنف علام کا کتابت کرایا ہوا ہے، تقطیع ۷×۱۱ انچ ہے فی صفحہ ۹ شعر ہیں۔ کتابت اعلیٰ درجہ کی ہے۔

۷۶۔ **رضی شرح کافیہ**۔ تصنیف رضی الدین محمد بن حسن استرآبادی۔ رضی شرح کافیہ مطبوع ہوچکی ہے مگر اس نسخہ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ مخطوطہ ۹۳۴ھ میں لکھا گیا ہے، مصنف کی وفات ۹۱۶ھ میں ہوئی ہے یہ نسخہ تمام موجودہ قلمی نسخوں سے زیادہ قدیم التحریر ہے، شروع اور آخر میں متعدد مہریں ثبت ہیں اور متعدد عبارتیں لکھی ہوئی ہیں، مگر ہر ایک مُہر اور عبارت مٹا دی گئی ہے۔ اس قبیح حرکت کی بدولت اکثر مخطوطات اپنی خصوصیات کے اظہار سے محروم ہوگئے ہیں۔ رسم الخط اگرچہ نسخ سے قریب تر ہے مگر ایک خاص روش لیے ہوئے ہے، جس کو نسخ شکستہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، مگر نہایت پختہ اور عمدہ ہے۔ تقطیع ۶×۹ انچ کی ہے اور فی صفحہ ۲۷ سطریں ہیں۔ نہایت ضخیم مخطوطہ ہے۔

۷۷۔ **ہشت بہشت**۔ تصنیف امیر خسرو دہلویؒ۔ مکتوبہ ۱۲۰۳ھ نوشتہ سکھ راج سنگھ۔ صاف اور خوشخط لکھی ہوئی ہے، شروع اور آخر کے اوراق کاتب مذکور کے لکھے ہوئے ہیں، درمیان کے اوراق قدیم التحریر ہیں آخر میں کاتب نے اصلی اور داخلی اشعار کی تعداد بیان کی ہے، چنانچہ ۶۳۵۰ اصلی اشعار بتلائے ہیں اور ۳۰۰ اشعار کا داخلی ہونا ظاہر کیا ہے۔ ہشت بہشت کا یہ نسخہ اکیسؔ داستانوں پر مشتمل ہے اور داستان وار اصلی اور داخلی اشعار کی تنقیح کی گئی ہے۔

تقطیع چھوٹی ہے، فی صفحہ تقریباً ۱۴ شعر ہیں درمیان کا کاغذ بہت قدیم معلوم ہوتا ہے۔ ۱۳۲ اوراق ہیں۔ اخیر میں چند اور رسالے لگے ہوئے ہیں جن میں مرہٹوں کی مختصراً تاریخ بیان کی گئی ہے، ان رسائل کے مصنفین کا پتہ نہیں چل سکا۔

۷۸۔ **مسدس حالی کا فارسی ترجمہ مسمیٰ بدیوان فائضی**۔ اگرچہ یہ ترجمہ مخطوطات سے نہیں ہے بلکہ مطبوعہ ہے، مگر اپنے نادر الوجود ہونے میں کسی نادر مخطوطہ سے ہرگز کم نہیں ہے، لیکن چونکہ اس کا مفصل تعارف ماہ

جولائی کے برہان میں گزر چکا ہے اس لیے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

۷۹۔ **دیوان مصحفی** جلد اول۔ مکتوبہ ۲۰ جولائی ۱۸۳۳ء۔ نوشتہ کاشی لال ولد داروغہ پرشادی لال۔ یہ مخطوطہ نہایت کمیاب اور نادر الوجود ہے۔ راقم السطور کے علم میں اس کے دو نسخے اور ہیں، ایک نسخہ کتب خانہ رامپور میں اور دوسرا کتب خانہ حسرت موہانی میں ہے، کتب خانہ دار العلوم کے دیوان کا پہلا مطلع یہ ہے۔

لگے گر ہاتھ میرے تار اس زلفِ معنبر کا		تو ہووے باعثِ شیرازہ ان اجزائے ابتر کا

کتب خانۂ حسرت کے دیوان اول کا پہلا مطلع بھی یہی ہے جو کتب خانۂ دار العلوم کے دیوانِ اول کا ہے مگر کتب خانہ رامپور کے جس دیوان میں یہ مطلع اول درج ہے وہ دیوان دوم کے نام سے فہرست میں درج ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ کتب خانۂ دار العلوم میں جو نسخہ ہے وہ کتب خانۂ حسرت کے اعتبار سے تو دیوان اول ہے اور کتب خانہ رامپور کے اعتبار سے دیوان دوم ہے۔

دیوان کے آخر میں "چارپائی کی ہجو" کے عنوان سے ۲۲ شعر لکھے ہیں، جس کا پہلا شعر یہ ہے:۔

یہ جو ہم پاس چارپائی ہے		گور ہے یا کنواں یا کھائی ہے

اس نسخہ کا سائز تقریباً ۶ × ۱۰ ۳/۸ ہے۔ ۲۵۲ اوراق پر مشتمل ہے فی صفحہ کم و بیش ۱۱-۱۲ اشعار ہیں اور ۱۳ سطریں۔

دیوان مذکور کی بلحاظ ترتیب غزلِ دوم ماہ دسمبر ۱۹۶۰ء کے برہان میں "باقیات الصالحات" کے عنوان سے شائع ہو چکی ہے۔

۸۰۔ **فتوح الشام وروم منظوم** بزبان فارسی۔ ناظم کا نام اور سنہ کتابت معلوم نہیں ہو سکا۔ یہ ترجمہ سنہ ۱۱۶۰ھ میں کیا گیا ہے، کاغذ کا رنگ فیروزی ہے فی صفحہ ۱۱ اشعار ہیں خط متوسط درجہ کا ہے مگر صاف ہے تقطیع ۸×۱۳ انچ ہے۔ ناظم نے ترجمہ کرنے کا سبب مقدمہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:۔

"سبب تالیف ایں کتاب و موجب ترجمہ آں از عربی لسان بفارسی زبان و تنظیم ایں نسخہ صدق انتساب فصاحت اکتساب علی الرغم فردوسی طوسی شاہ نامہ نویس گبران زردشتی کیش کہ در شیوہ مداحی و ستائش

پادشاہانِ مجوس عجم چشم انصاف وحق بینی از تنگ غازیانِ عرب پوشیدہ بلکہ عوض آں زبان ہرزہ گوئی باستخفاف وتحقیر بزرگاں دین متین کشادہ"

فاضل ناظم اپنے اس دعوے میں کہ وہ مشاہیر اسلام کا شاہنامہ لکھنا چاہتا ہے کہاں تک کامیاب ہوسکا ہے اس کے لیے علٰحدہ مستقل تبصرہ کی ضرورت ہے

فتوح الشام کا یہ منظوم ترجمہ بھی نوادر کتب سے ہے۔

۸۱۔ **حاشیہ میر زاہد** تصنیف شاہ رفیع الدین صاحب دہلویؒ۔ میر زاہد کے تمام موجودہ حواشی سے بہتر حاشیہ ہے۔ ۱۶۳ صفحات پر مشتمل ہے، یہ مخطوطہ نہایت نادر الوجود ہے، راقم السطور کی تحقیق کے مطابق صرف کتب خانہ رامپور میں اس کے دوسرے نسخہ کا پتہ چل سکا ہے۔ ۷×۱۱ انچ کی تقطیع ہے، فی صفحہ ۱۳ سطریں ہیں قدرے جلی قلم سے لکھا ہوا ہے، کاغذ کی ساخت دیسی ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قدیم الکتابت ہے، سنہ کتابت تحریر نہیں ہے

۸۲۔ **حاشیہ حکیم شریف خاں بر حمد اللہ** حکیم شریف خاں دہلوی کا حاشیہ حمد اللہ نہایت نادر الوجود ہے۔ یہ مخطوطہ ۵۲ اوراق پر مشتمل ہے۔ شروع کے ۱۶ ورق جلی قلم سے صاف لکھے ہوئے ہیں اسکے بعد دوسرا خط ہے جو معمولی ہے، زبان عربی ہے۔ آخر میں تحریر ہے:۔

"حاشیہ حکیم شریف خاں دہلوی بر شرح سلم مولوی حمد اللہ بتاریخ ۴۔ ربیع الاول روز سہ شنبہ ۱۲۶۲ھ"

یہ مخطوطہ لکھنؤ کے مشہور طبیب حکیم مسیح الدولہ بہادر جاوید جنگ کے کتب خانہ میں رہ چکا ہے۔ چنانچہ شروع اور آخر میں مہریں ثبت ہیں۔ ۷×۱۱ انچ کی تقطیع ہے۔

۸۳۔ **تحفۃ القوامیہ فی فقہ الامامیہ**۔ تالیف قوام الدین۔ آخر میں تحریر ہے:۔

تم الربع الرابع من التحفۃ القوامیہ فی فقہ الامامیہ نظم الفقیر الی اللہ الغنی قوام الدین محمد بن محمد مہدی الحسنی بدار الموحدین قزوین فی شہر جمادی الاولی سنہ ۱۱۳۳ھ"

فقہ تشیع کی یہ کتاب منظوم ہے اور خود مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ کاغذ عربی ساخت کا معلوم ہوتا ہے فی صفحہ ۸ اشعر ہیں، خط متوسط درجہ کا ہے تقطیع ۶×۸ انچ ہے۔ لوح پر چند مہریں ثبت ہیں مگر مٹی ہوئی ہیں۔

۸۴۔ گلستان منقش و مذہب ہے، پوری کتاب پر زریں جدولیں ہیں علاوہ ازیں ہر ہر سطر کے لیے زریں جدول بنائی گئی ہے۔ فی صفحہ ۹ سطور ہیں، کاغذ اعلیٰ درجہ کی ساخت کا ہے، تقطیع ۵×۷ انچ ہے اس مخطوطہ کی خصوصیت جو آخر میں تحریر ہے یہ ہے:-

"ایں گلستان چہارم بار از گلستان کہ حضرت سعدیؒ برائے پسر مرشد خود حضرت بہاء الحق قدس سرہ کہ در قلعہ ملتان آسودہ اند بدستخط خویش نوشتہ فرستادہ بودند، از انجا نقل کنانیدہ آوردہ باز ایں کتاب نویسانیدہ شد برائے یادگار قلمی شدہ، از دست احقر العباد راجہ رحیم اللہ تبارنج ماہ شوال المکرم سنہ ۱۲۳۹ھ

۸۵۔ فالنامۂ غونیۂ ابراہیمیہ۔ مکتوبہ سنہ ۱۰۰۳ھ۔ لوح پر مرقوم ہے۔

"کتاب فالنامۂ غونیۂ ابراہیمیہ بسمع اشرف واقدس ابراہیم عادل شاہ۔ بخط نسخ جلد سرخ بابت جائیدار خانہ جمع کتاب خانہ عامرہ شدہ تبارنج ۲ ماہ رمضان سنہ ۱۰۲۵ھ"

آخر میں تحریر ہے:-

"تمت الرسالۃ الغونیۃ الابراہیمیہ ترتیباً وتالیفا وکتابۃ آخر نہار یوم الاحد من سنۃ ثلث والف ہجریۃ فی دار السلطنت بیجاپور"

اس مخطوطہ میں ۶۲ صفحات ہیں۔ کاغذ نہایت دبیز اور عمدہ ہے، خط نسخ اور زبان فارسی ہے۔ سیاہ سبز، سرخ، نیلی اور نارنجی روشنائی عام طور پر استعمال کی گئی ہے۔ لوح مطلا و مذہب ہے۔ تمام جدولیں زریں ہیں تقطیع ۸×۱۱ انچ ہے۔ مختلف مہریں لگی ہوئی ہیں جو شاہی کتب خانوں کی معلوم ہوتی ہیں، مگر صاف نہ ہونے کی وجہ سے پڑھی نہیں جا سکیں۔ اسی جلد میں ایک دوسری کتاب مجلد ہے جس میں انبیا علیہم السلام اور

ائمہ اہل بیت کرامؑ اور سلاطین ہند کے زائچے مرقوم ہیں۔ یہ مخطوطہ بھی کتب خانۂ عامرہ کی زینت رہ چکا ہے۔ سنہ ۱۱۶۶ھ کی کتابت ہے۔

۸۶۔ عجائب الدنیا (مصور) فن مصوری کی حیثیت سے قابل ذکر مخطوطہ ہے، باوجودیکہ کاغذ نہایت رف اور معمولی درجہ کا ہے، مگر تصاویر فن مصوری کا اعلیٰ ترین شاہکار ہیں، رنگ غایت پختہ اور چمکدار ہیں اور صدہا سال کے مرور کے باوجود ان میں ذرہ بھر بھی ہلکا پن پیدا نہیں ہوا ہے۔ یہ نادر الوجود مخطوطہ ۵۲۳ صفحات اور ۵۰۰ سے زائد اعلیٰ درجہ کی تصاویر پر مشتمل ہے، مصنف کا نام اور سنہ کتابت کا پتہ نہیں چل سکا، تاہم کاغذ کی ساخت اور ظاہری شکل وصورت سے دسویں صدی ہجری کا معلوم ہوتا ہے، طول ۹½ انچ اور عرض ۶ انچ ہے۔ زبان فارسی ہے، حاشیہ پر تصاویر اور متن میں ان تصاویر کے متعلق حالات ہیں، جن کو نظم میں بیان کیا گیا ہے، کہیں کہیں بیاضیں چھوٹی ہوئی ہیں قیاس ہوتا ہے کہ مصنف کو ان کے پورا کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ایک مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کو مصور کرکے پیش کیا ہے، جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے اپنی قوم کو لے کر روانہ ہوئے راہ میں دریائے نیل حائل تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا دریائے نیل میں مارا اور دریا میں بارہ راستے پیدا ہوگئے حضرتِ موسیٰ کی قوم دریائے نیل کو عبور کرچکی ہے، فرعون تعاقب میں ہے اور پیچھے اُس کی فوج ہے، فرعون اور اُس کے ہمراہی نیل میں داخل ہوچکے ہیں۔ اس منظر کو کچھ اس انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ بے ساختہ مصور کے کمال فن کی داد دینی پڑتی ہے۔

یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے کسی کتب خانہ میں اس مخطوطہ کی نقل موجود نہیں ہے۔

۸۷۔ منقش قطعات۔ یہ مخطوطہ بھی بلحاظ فن مصوری وفن تجلید اعلیٰ ترین شاہکار ہے، جلد حسب معمول پٹھے کی ہے، اس پر سیاہ رنگ کا چمکدار روغن کیا گیا ہے، جس نے پٹھے کو لکڑی کی طرح سخت بنا دیا ہے اور بادی النظر میں لکڑی کا دھوکا ہوتا ہے۔ جلد کے دونوں جانب سیپ کی مینا کاری کا نہایت نفیس اور دیدہ زیب کام کیا گیا ہے۔

دوسری صنعت اس مخطوطہ میں یہ ہے کہ ۱۸ صفحات میں سے ہر ایک صفحہ کے حاشیہ پر غایت خوشنما نقش و نگار ہیں، پھر ہر صفحہ کے نقش و نگار کا نمونہ اور ڈیزائن علیحدہ اور جداگانہ ہے۔ یہ تمام نقش و نگار مطلا و مذہب ہیں، ان کی آب و تاب اور چمک دمک آج بھی نظر میں خیرگی پیدا کرتی ہے۔ اس مخطوطہ کو دیکھ کر انسان کمال فن کی بے ساختہ داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حاشیہ کا کاغذ گہرا حنائی اور متن کا سفید ہے۔ دونوں کاغذوں کی ساخت اعلیٰ درجہ کی ہے، متن کی جگہ پُر کرنے کے لیے فارسی کے مختلف اشعار و قطعات لکھے ہوئے ہیں۔ اس مخطوطہ کا طول ½۸ انچ اور ½۵ انچ ہے، حوض کا طول وعرض علی الترتیب ½۶ اور ½۳ انچ ہے۔ افسوس ہے کہ شروع اور آخر سے یہ مخطوطہ ناقص ہے، اس لیے تیقن کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ کس کی اور کس زمانہ کی یادگار ہے۔ واقف کا بیان ہے کہ یہ مخطوطہ شہنشاہ شاہجہاں کے شاہی کتب خانہ کی زینت رہ چکا ہے، لیکن اس کے لیے کوئی تاریخی شہادت موجود نہیں ہے؛ تاہم جہاں تک قیاس کا تعلق ہے کہا جاسکتا ہے کہ یہ بیان غالباً فی الجملہ صحیح ہی ہوگا، کیونکہ اس قسم کے اکثر و بیشتر مخطوطات شاہی کتب خانوں ہی میں پائے جاتے ہیں۔ غرضیکہ یہ مخطوطہ صنعت و آرٹ کا نادر ترین نمونہ ہے۔

کتب خانۂ دارالعلوم کے مخطوطات کی یہ مختصر فہرست ہے، جو سرسری طور پر تیار ہوگئی ہے، حزم و یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ میں اس میں خاطر خواہ کامیاب ہوسکا ہوں، اور کوئی اہم مخطوطہ چھوٹنے نہیں پایا ہے۔

یہاں یہ ظاہر کردینا بھی ضروری ہے کہ اگرچہ دارالعلوم کے کتب خانہ میں نوادر مخطوطات کے فراہم کرنے کا کوئی خاص اہتمام نہیں ہے، تاہم ارباب علم کی دارالعلوم شناسی کی وجہ سے عمدہ مخطوطات کا خاصا ذخیرہ جمع ہوگیا ہے، جن میں سے کسی قدر سے قارئین کرام متعارف ہوچکے ہیں۔